

اقتباسات

الزمام جماعت

مسکونوں کے لیے ایک رصرف ایک اہل عمل

ماخذ از مسلسل خلافت و جزیرۃ العرب تایف مولانا ابوالکلام آزاد

” ان صفات میں کئی ہمینہ سے مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانی جا رہی ہے کہ ان کے لیے جمیعت اور جماعت کے بغیر کوئی زندگی نہیں ہے اور یہ انفرادیت و انتشار کی زندگی جو دہ بہر کر رہے ہیں دراصل جاہلیت کی زندگی ہے جس کا انعام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ جماعت کے بغیر وہ خواہ کسی طرف جائیں، انہیں کوئی کامیابی میسر نہیں آسکتی۔ اگر وہ اسلام سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں تو جس جہنم کی طرف چاہیں چلے جائیں۔ لیکن اگر اسلام کا اتباع کرنا چاہتے ہیں تو اس کی تعلیم ہمہ شیعے یہی ہے اور رہمیش یہی رہے گی کہ سب کاموں سے پہلے ان کو جماعت بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس باب میں ہمارا خیال تھا کہ اسلام کی تعلیمات کو تفضیل کے ساتھ پیش کریں مگر

یاد آیا کہ اس سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۲۱ء میں انہی تعلیمات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں، اور انہی کو دوبارہ شائع کر دینا بھاری مقصد کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ نیل میں اس تحریر کے ضروری اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر سلام اپنے دل کے دروازے کھوں کر ان کو پڑھے۔ یہ دین اسلام کے مکملات ہیں

جن کی بنیادیں، فطرت کے اٹل تو انہیں پر رکھی گئی ہیں۔ اشخاص بدل جاتے ہیں مگر حقائق
اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ جو چیز ہبتو ط آدم کے وقت حقیقت تھی وہی اب سے ماڑھنے تیرہ برس پہنچی
اور ستو برس پہنچی (اب بھی حقیقت ہے اور قیام قیامت کی حقیقت ہی رہے گی)۔

اجماع و اُستلاف اور اشتات و انتشار ن صرف اسلامیہ بلکہ تمام اقوام عالم کی موت و حیات
ترقی و تنزل اور سعادت و شقاوت کے جو اصولی اباب و مراتب قرآن حکیم نے بیان کیے ہیں۔
ان کی بہ سے زیادہ اہم حقیقت انہی الفاظ کے اندر پوشیدہ ہے۔

اجماع کے معنی ہے **خَصْرُ الشَّيْءِ بِتَقْرِيبٍ بَعْضِهِ مِنْ بَعْضٍ** (معنی مفردات امام راعیب)
بعنی مختلف چیزوں کا باہم اکٹھا ہو جانا۔

"اوْرَاُسْلَاف" اult سے ہے اس کے معنی ہیں ماجمع من اجزاء مختلفہ درجات ترتیب
قدم فیہ ماحقه ان یقلم و آخرفیہ ماحقه ان یو خر (مفردات: ۱۹)، یعنی مختلف چیزوں
کا اس تناسب اور ترتیب کے ساتھ اکٹھا ہو جانا کہ جس چیز کو جس جگہ ہونا چاہیے وہی جگہ اسے لے
جو پہلے ہونے کی حدود رہے۔ جس کو آخری جگہ ملنی چاہیے وہ آخری جگہ پائے۔

ہبہ اجتماع و اُستلاف سے مقصود وہ حالت ہے جب مختلف کارکن تویں کسی ایک مقام اکی
مرکز، ایک سلسلے، ایک وجود، ایک طاقت، اور ایک فرد واحدیں اپنی تدریجی اور مناسب ترکیب
ساتھ اکٹھی ہو جاتی ہیں، اور تمام معاوی، قوائی، اعمال، اور افراد پر ایک اجتماعی و انسانی طوری
ہو جاتا ہے، بعد یہ کہوتے اکٹھی، ہبہ مل پائی گر جڑا اور ملا ہوا، ہر چیز نبند ہی اور سمشی ہی، ہر فرد زنجیر کی
کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے تصل و تحد ہو جاتا ہے کسی چیز کسی گوئے کسی عمل میں علیحدگی نظر
نہیں آتی۔ جدائی۔ انتشار اور الگ الگ، جزر جزر، فرد فرد ہو کر رہنے والی حالت نہیں ہوتی۔
ماہہ میں جب یہ اجتماع و انسانیم پیدا ہو جاتا ہے تو اسی سے غلیق و تکوین اور وجود و مہی کے تمام

مراتب ظہور میں آتے ہیں۔ اسی کو قرآن حکیم نے اپنی اصطلاح میں مرتبہ "تفہیق" و "تُسویہ" سے بھی تعبیر کیا ہے الذی خلائقَ فَسَوْلَی - (۲: ۸۶) پس و نہگی اور دجو نہیں ہے مگر اجتماع و ائتلاف اور رہوت و فنا نہیں ہے۔ مگر اس کی صورت ہے۔ بھی حالت جب افعال و اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اخلاق کی زبان میں اس کو خیر اور شریعت کی زبان میں "عمل صالح" اور "حناۃ" کہتے ہیں۔ جب جسم انسانی پر طاری ہوتی ہے تو طبکی اصطلاح میں "تندیرتی" سے تعبیر کی جاتی ہے اور حکیم کہتا ہے یہ "وندگی" ہے۔ اور پھر بھی حالت ہے جب قومی و جماعتی زندگی کی قوت اور عکول پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام "حیات قومی و اجتماعی" ہوتا ہے۔ اور اس کا ظہور قومی اقبال و ترقی اور نفوذ و تسلط کی شکل میں دنیا دیکھتی ہے۔ الفاظ بہت سے ہیں یعنی ایک ہے۔ مظاہر گو مختلف ہیں، مگر اس حکیم یگانہ واحد کی ذات کی طرح اس کا قانون حیات وجود بھی اس کا نتائج سے یک ہی ہے؛ و لفغم ما قیل۔

عبا راتناشتیٰ وحسنکو واحد دکل المیڈاک البھمال بیشین

اس حالت کی صورت اشتات و انتشار ہے۔ اشتات، اشتت سے ہے جس کے معنی لغت میں "تفہیق" اور الگ الگ ہو جانے کہیں۔ یقال شت جمع هر شتًا و شتاتا و جا وَا اشتاتا لای متفرقی الدقطام (مفردات: ۲۵، قرآن حکیم میں ہے یو مَ يَصْدِرُ إِنَّا سُمْ اشتاتا (۱۹۹) اور مِنْ تَبَارِتِ شتی (۵۳: ۲۰) اور وَقُلُوْ بِهُرْ شتی (۵۵: ۵۵) میں مختلف ہے۔

انتشار ہر شت سے ہے اس کے معنی بھی الگ الگ ہو جانے کے ہیں۔ یعنی تفرق کے۔ سورہ مجہہ میں ہے فَإِذَا أَفْضَلَيْتَ الصَّلُوةَ فَأَنْتَشِرُوا۔ یعنی تفرقوا۔

اشتات و انتشار سے مقصود وہ حالت ہے جب اجتماع و ائتلاف کی جگہ الگ الگ ہو جائے

متفرق رپر اگنڈہ ہونے اور باہمگر علمائی دینیکان میں کی حالت طاری ہو جائے۔ موادیں، قویٰ ایں عملی ایں افرا دیں، ہربیات میں پہلی حالت سے بالکل متضاد حالت پیدا ہو جائے۔ یہ حالت جب مادہ پر طاری ہوئی ہے تو "تکوین" کی جگہ "قاد" اور "وجود" کی جگہ "عدم و فنا" کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔

جسم پر طاری ہوتی ہے تو اس کا نام پہلے "دیناری" اور پھر موت ہے۔ اعمال پر طاری ہوتی ہے تو اس کو قرآن حکیم اپنی اصطلاح میں "عمل سور" اور "عصیان" سے تعبیر کرتا ہے۔ اور پھر یہی چیز ہے کہ جب قوموں اور امتوں کی اجتماعی زندگی پر طاری ہوتی ہے تو دنیا کی تھی ہے کہ اقبال کی طبیہ اور پار عروج ہے تھیں، حرثی کی جگہ نزلِ عظمت کی جگہ ذات حکومت کی جگہ حکومتی اور بالآخر زندگی کی جگہ موت اس پر چاہی ہے۔

پھر وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے جا بجا "اجماع و استلاف" کو قومی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد اور اس لیے انسان کے لیے ائمہ کی جانب سے سب سے بڑی رحمت و نعمت فرار دیا ہے اور اس کو اغصام بجل اشہ، اور اسی طرح کی تعبیرت غطیہ سے ہوسوم کیا ہے مسلمانوں کے اولین ناؤہ تکوین اُنست یعنی اہل عرب کو خا طب کر کے اور پھر تمام عرب و عجم سے فرمایا:-

وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا يَنْجِلِي إِلَيْهِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا يَنْجِلِي إِلَيْهِ مَنْ يَكْفُرُ بِرَبِّهِ وَاللَّهُ عَلَيْهِ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ الْمُرْسَلُونَ
قَرَرُ قُوَا وَأَذْكُرُ وَانْهِمَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ سُفْرُ طَبِيعَتِلُو بِسَبَبِ اسی ایک حلی ائمہ سے والبست
إِنْ كُنْتُمْ أَعْلَمُ أَعْلَمَ فَأَنْتَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ ہوں۔ اللہ کا یہ احسان یا دکر کہ کیسی عظیم نعمت
فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ أَخْرَانًا۔ (۱۰۴۲) ہے جس سے تم سرفرازی کیے گئے؛ تمہارا حال یہ تھا کہ
بالکل سمجھرے ہوئے اور ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ائمہ نے تم سب کو باہم ملا دیا اور اکٹھا کر دیا
پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اب بھائی بھائی ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اشتات و انتشار کی زندگی کو تبا و قیام نہیں ہو سکتا۔ وہ ہلاکی کی ایک

جس کے دھکتے ہوئے شہادوں کے اوپر کبھی قومی زندگی نشوونما نہیں پا سکتی:-
 وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَاعَ حُفْرَةٍ مِّنَ السَّارِيَةِ اور تمہارا حال یہ تھا کہ آگ کے دھکتے ہوئے گئے
 قَاتَقَدَ كُمْ رِمْنَهَا كذلک یَبَيْتِنُ اللَّهُ کے کنارے کھڑے تھے پھر اشہ نے تمہیں بچالیا۔ اللہ
 تَكْرِرًا يَتَبَاهِي أَعْلَمُكُمْ تَهْتَدُونَ - (۱۰۳: ۳) اپنے فضل و رحمت کی نشانیاں اسی طرح کھوتا ہے
 تھا کہ کامیابی کی راہ پا لو۔

یہ بھی جا بجا تبلاد یا کہ تو موس اور ملکوں میں اس اجتماع و ائتلاف کی صالح و عقیقی زندگی پیدا
 کر دیتا محسن انسانی تدبیر سے ممکن نہیں دنیا میں کوئی ہدایتی تدبیر امت پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ کام صرف
 اللہ ہی کی توفیق و رحمت اور اس کی وحی و تنزیل کا ہے کہ بھروسے ہوئے ٹھڑوں کو جوڑ کر ایک بناؤے
 وَلَوْ أَلْفَتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَبَيْعَثَمَا اگر تم زین کا سامان خزانہ بھی خرچ کر دالتے جب بھی ان
 الْفَتَتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَعْلَمَ کھروسے ہوئے دلوں کو محبت و اتحاد کے ساتھ جوڑیں
 بَيْتَنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ - (۶۹: ۸) سکتے تھے یہ اللہ ہی کامل ہے جس نے تفرق و دو سکو کھھا
 اور اسی لیے قرآن حکیم نہ ہو شریعت و نزول وحی کا پہلا نتیجہ یہ قرار دیتا ہے کہ اجتماع و ائتلاف
 پیدا ہو، اور بار بار کہتا ہے کہ تفرق و انتشار شریعت و وحی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور اسی لیے
 نتیجہ شریعت سے بغیر وعدہ ان اور اس کو بالکل ترک کر دینے کا ہے فَمَا اخْتَلَفُوا اَحْتَاجَاءَهُمْ
 الْعِلْمُ (۹۲: ۱۳)۔ وَ اَتَيْنَهُمْ بَيْتَنَاتٍ مِّنْ اَلَّا مُرْفَعَالْخَتَلَفُوا اَلَا مِنْ بَعْدِ مَا
 جَاءَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ يَغْيِيَ بَيْتَنَهُمْ (۲۵: ۱۶) وَ لَا تَكُونُو اَكَلَذِينَ تَفَرَّقُو اَوْ اخْتَلَفُو
 مِنْ لَعْدِ مَا جَاءَهُمْ مِّنَ الْبَيْتَنَاتُ (۱۰۳: ۲)

ادر اسی بنا پر شارع نے اسلام اور اسلامی زندگی کا دوسرانام ”جماعت“ رکھا ہے اور جا
 سے علیحدگی کو ”جالیت“ اور ”حیات جاہلی“ سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ آگے بالتفصیل آئے گا: مزفارق

المجامعة فمات، نفیتہ جاہلیہ۔ وغیرہ ایک۔ اور اسی بنا پر بحثت وہ احادیث و آثار موجود ہیں جن میں نہایت شدت کے ساتھ مسلمان کو ہر حال میں الزام جماعت اور اسی عتیقہ کا حکم دیا گیا، اگرچہ امیر غیر حق ہوا نا اہل ہوا نہ کوئی ہو، بشرطیکی مسلمان ہو، اور تمہارے قائم حکم کے دعا اقامۃ الصلوٰۃ۔ اور ساتھ ہی تبلاد یا گھیا کہ جس شخص نے علیحدگی کی راہ اختیار کی تو اس نے اپنے سینک شیطان کے حوال کر دیا یعنی گراہی اور شوکر اس کے لیے ضروری ہے۔ زنجیر کا توڑنیں ہوتا ہے، لیکن کوئی کڑی زنجیر سے الگ ہو گئی ہو تو ایک چھوٹے سے حلقة کا حکم رکھتی ہے جس کو دو گھوٹے سیل دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر اپنے خطبوں میں بار بار "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے علیکم بالجماعۃ فان الشیطان مع الغذۃ وهو من الاشتنین بعد" دوسری روایت میں ہے فان الشیطان مع الواحد۔ یعنی جماعت سے الگ نہ ہو۔ ہمیشہ جماعت بن کر رہو۔ کیونکہ جب کوئی تھا اور الگ ہوا تو شیطان اس کا ساتھی ہو گیا۔ دو انسان بھی ہیں تو شیطان ان سے دو ہے یعنی اتحادی و جماعتی قوت ان میں پیدا ہو گئی اب وہ راہ حق سے نہیں بھٹک سکتے یہ الفاظ مشہور خطبہ جا بیہ کے ہیں جو عبد اللہ بن وینا، عامر بن سعد، سلیمان بن یسار وغیرہم سے سردی ہے اور یقینی نے امام شافعی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اجمع کے اشباع میں اسی روایت سے استدلال کیا۔ اسی طرح حدیث متواتر بالمعنى علیکم بالسوداد الاعظم" اور فاته من شد شد فی التائرة" اور "بِدَة اللہ علی الجماعة" اور لا یجتمع اللہ امتی علی الصلالة" اد کما قال۔ اور خطبہ حضرت ایکرہ دا یا کمر والتفرقہ

لئے جو شخص جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور اسی حال میں مر گیا تو اس کی ہوت جاہیت کی ہوت ہے۔

لئے تم پر لازم ہے کہ قوم کے سواد اعلمنہ کا ساتھ دو۔

لئے جو جماعت سے چھٹ کر الگ ہو گیا اس نے دوزخ کی راہ لی۔

لئے اشد کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

لئے اشرمیری اسٹ کو گمراہی پر جمع نہیں کر سکا۔

فَإِنَّ الشَّادِمَنَا النَّاسَ لِلشَّيْطَانِ كَمَا إِنَّ الشَّادِمَنَا اللَّغْمَ لِلذِّنْبِ مَا لَمْ يَعْلَمْ
إِنَّ هَذَا الشَّعَارُ قاتِلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَعْتَدُ عِمَامَتِي هَذِهِ، وَغَيْرَ ذَلِكَ أَنَّكَ
مِنْ عِلْمِ وَمَثْبُورِيٍّ۔ آخری قول دیگر دایات یہ اپنی مرفع بھی نقول ہے خلاصہ سب کا
یہ ہے کہ سہیہ جماعت کے ساتھ رہو۔ جو جماعت سے الگ ہوا اس کا نکاح کا نام وہ بخ ہے لافراد تھا
ہو سکتے ہیں گر ایک صاحب جماعت کبھی تباہ نہیں ہو سکتی۔ اس پر افسد کا ہاتھ ہے۔ اللہ کبھی ایسا نہ ہو
دیگا کہ پوری امت گمراہی پر جمع ہو جائے۔

اسی طرح نماز کی جماعت کی نسبت ہحال میں التزام پر نہ دینا اور اگرچہ امام نا اہل ہو لیکن سبی
قیام اہل کے ساتھ التزام جماعت کو بھی جاری رکھنا، حتیٰ کہ صلوٰا خلف کل بر و فلیظ تو اس ہیں
بھی یہی حقیقت مضمون ہے کہ زندگی جماعتی زندگی ہے۔ انفراد و فرقہ ہر عالم میں بر بادی و ہلاکت کے
پس جماعت سے ہر حال ہیں باہر نہ ہونا چاہیے۔

اور یہی سبب ہے کہ سورہ فاتحہ میں ہوتی دعا مسلمانوں کو سکھانی تھی، اس میں مسلم و احمدی کے
لکبیک جمع، حالانکہ وہ دعا فرد اور مومن کی زبان سے بننے والی تھی۔ *إِنَّهُ دِنُّ الظَّاهِرَةِ لِلسُّتْقِيمِ*
فرمایا، ہم نہیں سمجھا گیا۔ یہ اسی یہے ہے کہ قرآن کے نزدیک فرد اور فرد کی متی کوئی نہیں ہے،
ہستی صرف اجتماع اور جماعت کی ہے اور فرد کا وجود اور اعمال بھی صریحت اسی یہے ہیں تاکہ ان کے
اجتماع و تابیعت سے ہمیشہ اجتماعیہ پیدا ہو۔ اسی یہے اس دعا میں کہ حاصل ایمان و خلاصہ قرآن
و عصا رہ اسلام ہے، *جَمِيعُكُمْ جَمِيعُكُمْ صَيْغَةً آیاً نَّهَىَكُمْ وَآمَنَكُمْ* کے دامد کا۔ اور اسی یہے مسلمانوں کی باہمی ملاقات کے وقت
لئے جبردار پر اگنہ و مفرق نہ ہو جانا۔ اس یہے کہ جماعت سے الگ اکیلان ان شیطان کا حصہ ہے جس طرح ریو یا الگ
اکیلی بھروسے کا حصہ ہے جو شخص اس شعار کی دعوت دے اس کو قتل کر دو خواہ وہ میرے اس عالم کی نیچی کیوں نہ ہو
گئے ہر نیک اور یہ کہیجئے نماز پڑھو لو۔

جو اتسیازی دعا سکھلائی گئی، وہ بھی چیزی جمع آئی، اگر چੋ مخاطب واحد ہو یعنی "السلام علیکم"-
السلام علیک نہیں قرار دیا گیا۔ اسی طرح نماز سے باہر آنے کے لیے بھی السلام علیکم چیزی جمع رکھا گیا
واحد کا صیغہ استعمال نہیں کیا گیا۔ ملت اس کی یہی ہے، نہ وہ جو لوگوں نے تکمیل کیا۔

اور اسی بنا پر احکام و اعمال شرعیت کے ہر گوشہ اور ہر شاخ میں بھی اجتماعی و انتدابی حقیقت بطور اصل و اساس کے نظر آتی ہے۔ نماز کی جماعت خسہ اور مجمعہ و عیدین کا حال ظاہر ہے۔ جو بجز اجتماع کے اور کچھ نہیں۔ زکوٰۃ کی بنیاد ہی اجتماعی رندگی کا قیام اور ہر فرد کے مال و اندونختے میں جماعت کا ایک حصہ قرار دیدینا ہے علاوہ یہی اس کی ادائیگی کا قیام بھی انفرادی حیثیت سے نہیں رکھا جیا بلکہ جماعتی حیثیت سے یعنی ہر فرد کو اپنی زکوٰۃ خود پڑھ کر دینے کا اختیار نہیں دیا جاتا جیسا کہ قدسیتی سے آج مسلمان کر رہے ہیں اور جو صحن غیر شرعاً طریقہ ہے بلکہ مصارف زکوٰۃ متعین کرنے کے حکم دیا جاتا کہ ہر شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم امام خلیفہ وقت کے پرداز کرتے پس اس کے خرچ کی بھی اصلی صورت جماعتی ہے نہ کہ انفرادی۔ یہ امام کا کام ہے کہ اس کا مصرف تجویز کرے اور مصارف منصوصہ ہیں۔ مصارف زیادہ ضروری ہوں اسی کو ترجیح دے۔ مہندستان میں اگر امام کا وجود ضروری نہ تھا تو جس طرح جمیع عیدین وغیرہ کا انتظام عذر کی بنا پر کیا گیا، زکوٰۃ کا بھی کرنا تھا۔

اور پھر یہ حقیقت کس قدر واضح ہو جاتی ہے جب ان تمام مشہور احادیث پر غور کیا جائے جن میں مسلمانوں کی مخدوہ قومیت کی تصویر کیجئی گئی ہے، مثل المؤمنین فتوادهم و تعاطفهم
نہ مسلمانوں کی بھی مخدوہ قومیت ہے جس کی وجہ سے جو کافی جاری ہیں مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ مسلم قوم کا خلائق
صرف چند لوگوں کی من محضر اور محض پر دار خیال ہے۔ اگر اخبارات اس کی اس قدر اشاعت نہ کرتے تو بہت بھروسے
لوگ اس سے واثق ہوتے۔ (ملاحظہ ہونہ تجوہ لال نبرد کی خود فو شست سوانح حیات۔ ترجمہ اردو۔ جلد دوم)
ان کو یقین دلایا جا رہا ہے کہ تمہاری کوئی مستغل تہذیب ہی نہیں ہے بھنڈاڑی اور پیجا مساو رفوتی دار لوٹا تمہاری
تہذیب کی ایک سطحی علامت ہے اور یہ امتیاز بھی اب شنے کو ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب نہ کور مسٹر ۳۳۵ پر صرف ایک

کمثل الجسد الواحد اذ ۱۱ شتکی امنہ عضو تو تدعی لہ سائر الحبیل بالسحر و الحجی
 (صحیحین) اور المسلم لمسلم کا لعبنیان یشد بعضہ ببعضہ ببعض (خاری) یعنی مسلمانوں
 کی تو میت ایسی ہے جسی ایک جسم اور اس کے مختلف اعضاء۔ ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم مچھو
 کرتا ہے، اور اس کی بے چینی اور تخلیقیت یہ اسی طرح حصہ لیتا ہے جیسے خود اس کے اندر درد اٹھ
 رہا ہو۔ اور ان کی مثال دیوار کی سی ہے۔ ہر ابتد و درجی اینٹ سے سہارا پاتی ہے اور سہارا یادی
 ہے۔ پھر شبیک اصلاح کر کے اس کی تصویر تبلاؤ دی، یعنی ایک ماٹھ کی انخلیاں دوسرے ماٹھ کی
 انخلیوں میں رکھ کر دکھلا دیا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جڑا ہوا اور تصل۔ سوان حمام نصیر حجا
 میں بھی اسی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام کی تو میت متفرق اینٹوں کا نام نہیں ہے۔ دیوار کا
 نام ہے۔ لگ لگ ابتد کا کوئی مستقل وجود نہیں۔ ہے تو اجتماعی دجو دھمے یعنی دیوار کا ایک
 جز ہے اور انہی اجزاء کے ملنے سے دیوار تخلیل ہوتی ہے۔
 اور یاد رہے کہ پہ جنماد میں تو پہ صفوٰ پر سخت زد روایا گیا، یعنی صفت بندی پر، اور بـ

سخنہ صلیل فرد کے خیالات نہیں ہیں بلکہ ایک پوری جماعت مسلمانوں کے داغنوں سے تعدد اسلامی تو میت کا غلیل
 خالدینے کے لیے باقاعدہ تبلیغ کر رہی ہے اور خود مسلمانوں کے بعض افراد سے پہ کام دیا جا رہا ہے (ملا خطہ ہوڈا الٹرا شرط
 کے وہ مضامین جو اسلامی اخبارات میں دھڑتے کے ساتھ شائع ہو رہے ہیں) اور بیرون ہے کہ جو لوگ ہماری متحدة قومیت
 کے سب سے بڑے علمبردار تھے وہ آج اسی جماعت کے شرکیت کا ہیں جو اس تو میت کو جڑ بینا دے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے۔
 ان کی آنکھوں کے سامنے یہ استیصال کامل ہو رہا ہے اور وہ خاموش ہیں صرف خاموش ہی نہیں بلکہ اپنی شرکت
 سے اس عمل کی توثیق کر رہے ہیں صرف توثیق پر بھی اتفاق نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ فرد
 فرد بن کر اسی جماعت بس شامل ہو جائیں جو ایک ماٹھ سے بطنانوی اپیرویزم پر عملہ کرتی ہے تو اس کے ساتھ ہی
 ساتھ دوسرے پر تھوڑے اسلامی تو میت کے چاروں پر بھی کلہاڑی مارتی ہے۔ کاش اب بھی ہیں بتا یا حاتا کہ کتاب اللہ
 و سنت رسول اللہ میں اس طرز عمل کے لیے کوئی سند ہے۔ ترجمان القرآن

له عامت اسلامی کی یہ تئیں اس وقت متفرق ہیں۔ ایک جماعت چاہتی ہے کہ ان اینٹوں کو غیر مسلم اینٹوں کے

کے سروں نیوں اور پاؤں کے ایک سیدھیں ہوتے پر لتسون صفو فکم او یلخا لعن اللہ بین
وجوه کم (نخاری) اور دو ایت ان کے سودا صفو فکم فان تسویۃ الصفو من اقامۃ
الصلوۃ (نخاری) و نے لفظ تمام الصلوۃ، تو اس میں بھی یہی بحید ہے اور تشریع کا پیغام ہے
(مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب) طبع ثانی صفت تامان

مرکزیت اور التزام جماعت اکائنات کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت و سنت ایک
خاص نظر می پکار فرمائے جس کو "قانون مرکز" یا "قانون دائرہ" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یعنی قدرت نے
خلقت و نظام خلقت کے بقا و قیام کے لیے ہر جگہ اور ہر شاخ و جو دیں یہ صورت اختیار کر کر گئی
ہے کہ کوئی ایک وجود تو بنزدِ مرکز کے ہوتا ہے اور بقیہ اجسام ایک دائرة کی شکل میں اس کے
چاروں طرف وجود پاتے ہیں اور پورے دائرة کی زندگی اور بقارصrf اسی مرکز نی وجود کی زندگی
اور بقا پر موقوف ہوتی ہے۔ اگر ایک چشم زدن کے لیے بھی دائرة کے اجسام اپنے مرکز سے الگ بٹ جائیں
یا مرکز کی اطاعت و انقیاد سے باہر ہو جائیں تو معاً نظام مستقر درہم ہبھم ہو جاتے اور دائرة کی
ایکی ہستیاں مرکز سے الگ رہ کر کبھی قائم و باقی نہ رہ سکیں یہی وہ حقیقت ہے جس کو بعض اصحاب
اشادات نے یوں تعبیر کیا کہ "المُحْقِيقَةُ كَالْكَرْأَةِ" اور صاحب فتوحات نے کہا کہ "وَالْأَرْأَةُ قَابْ
تُؤْسِينَ" ہے۔

یہ قانون مرکزیت و دائرة نظام مستقر کے ہر جزو اور ہر حصہ میں ہمات صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

باقیہ حاثیہ ص ۱۲۶ اس کے مقابلہ میں ہم چاہئے میر کمان انیوں کو اسلامی جمیعت کے سلسلے سے جو مذکور ایک دیوار پر دیکھ دیا جائے ہو یا جو دیوار کی
دیوار اپنی اجتماعی سہیت میں وطنی عماست کا ایک متعلق جزین بھی ہے تو اس پر یہ ہے کہ آیا مسلمان جو کتاب و سنت کی ان تصریحات
اس واضح شدہ حقیقت سے واقع ہے، اس کو ان دونوں طریقوں میں کس کا ساتھ دینا چاہیے (ترجمان القرآن)۔

یہ نظامی جو ہمارے اوپر ہے، تاروں کی پہنچان آبادی ہگروں کا یہ صحرائے یہ کھنرا زندگی اور حرکت کا یہ تحریر العقول طلسم کیا ہے؟ کس نظام پر یہ پورا کا رخانہ چل رہا ہے؟ اسی قانون مرکزیت پر متوجہ سیاروں کے حلقة اور فائرے ہیں، ہر دائرہ کا نقطہ حیات و بقا سورج کا مرکزی نقطہ ہے تمام تارے اپنے اپنے کعبہ مرکز کا طواف کر رہے ہیں، اور ہر دائرہ کی ساری زندگی اور بقا صرف مرکزی کی اطاعت والقیاد پر موقوف ہے: ذا لَكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزُ إِلَّا عَلَيْهِمْ تَحْوِيلٌ۔ خود ہماری زین بھی ایک ایسے ہی دائرنے کی ایک کڑی ہے اور شب و روز اپنے مرکزوں کے طواف والقیاد میں مشغول ہے ہر تارے کے طواف و دوران کے لیے حکمت الہی نے ایک خاص راہ اور ایک خاص زمانہ قرار دے دیا ہے وہ اس سے باہر نہیں جا سکتا سب بحکم وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَكْرَافِ وَلَهُمْ وَالْقَمَرُ وَالنَّجْوَمُ (۱۹: ۲۲) خدا کے بنے ہوئے قانون کے مطابق اپنی اپنی جگہوں میں کام کر رہے ہیں۔ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُذَرِّكَ النَّقَمَرَ وَلَا الْلَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلُّ فِي قَلْبِكَ يَشْعُونَ (۳۶: ۳۱)۔

قانون مرکزیت کا یہ پہلا اور بلند ترین نظارہ تھا۔ اب اس کے بعد جس قدر یہی اترتے آئیں گے اور حرکت و حیات کی مبنیوں سے لیکر زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے گوشوں تک نظر دالیں گے جگہ زندگی اور بقا اسی قانون سے وابستہ نظر آئے گی۔ عالم نباتات میں درخت کو دیکھو۔ اس کی جمیعد وحدت کتنی وسیع کثرت سے مرکب ہے؟ ڈالیاں ہیں۔ شاخیں ہیں، پتے ہیں، پھول ہیں، لیکن سب کی دندگی ایک ہی مرکز میں جڑ سے والبتہ ہے۔ جڑ سے جہاں کوئی شاخ الگ ہوئی موت و فنا اس پیutarی ہو گئی۔ آفاق کو چھوڑ کر عالم نفس کی طرف آؤ۔ خود اپنے وجہ کو دیکھو جسے دیکھنے کے لیے نظر انعامی کی بھی ضرورت نہیں۔ تمہارا وجوہ رکنے مختلف ظاہری و باطنی اعضا سے مرکب ہے؟ جسموں اور وجودوں کی ایک بوتی ہے جو تم میں آباد ہے۔ ہر جسم کا ایک فعل ہے اور ایک خاصہ لیکن دیکھو! یہ ساری آبادی کی طرح

ایک ہی مرکز کے آگے سر بجود ہے ہب کی حیات کا مرکز صرف قلب ہے۔ اس سے الگ رہ کر آئی عصونے بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اِذَا صَلَحْتُ مَنْجَدُكُلَّةٍ وَإِذَا فَسَدَ مَنْجَدٌ
كُلَّهُ دنجاری ۱ -

اسلام فی الحقيقة سنت اللہ اور فطرۃ اللہ ہی کا دوسرا نام ہے۔ اگر نوع انسانی کی سعادت دار تقاریر کے لیے قانون اسلام اسی فاطمۃ السنوت والا رض کا بنا یا ہوا ہے جس نے تمام کائنات کیلئے قانون حیات بنایا، تو ضرور ہے کہ دونوں میں اختلاف نہ ہو بلکہ پہلا قانون پچھے قانون عام کا ایک ایسا قدر تی خود نظر آئے جیسے زنجیر کی ایک کڑی پس اسلام کا نظام شرعی بھی نھیک نھیک اسی قانون مرکزیت پر قائم ہوا۔ قرآن نے یقینیت جا بجا واضح کی ہے کہ جس طرح اجسام و اشیاء کی ذندگی اپنے اپنے مرکزوں سے والبتہ ہے، اسی طرح نوع انسانی اور اس کی جماعت و افراد کا جسمانی و معنوی بقاء بھی قانون مرکزیت پر موقوت ہے۔ جس طرح ستاروں کی ذندگی اور حرکت کا مرکز و محور سو بح کا وجود ہے، اسی طرح نوع انسانی کا بھی مرکز سعادت انبیاء کو امام کا وجود ہے۔ پس ان کی اطاعت و انتیاد بقاء و حیات کے لیے ناگزیر نہیں۔ **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا يُطَاعَ بِاذْنِ اللَّهِ**
۶۸: دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اسی لیے فرمایا۔
فَلَمَّا وَرَبَّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوْنَ وَفِيمَا شَجَرَ يَعْنِي هُمْ شَرَّ لَا يَجِدُونَ فَإِنِّي أَنْهِي هُمْ حَرَجًا
مِمَّا أَقْضَيْتَ وَيُسْلِمُو اَسْلِينَاهُ (۶۹: ۳) اور **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ**
حسنة۔ پھر قوم و ملت کے بقاء کے لیے ہر طرح کے دائرے اور ہر طرح کے مرکز قرار دیے جا عقاد میں اصلی مرکز عقیدہ توحید کو نہیں رکھا جس کے گرد تمام عقائد کا دائرة قائم ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْفُرُ مَا**
يُشْرِكُ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (۵۲: ۳)۔ عبادات میں نماز کو مرکز عمل نہیں رکھا جس کے ترک کر دینے کے بعد تمام دائرہ عمل منہدم ہو جاتا ہے **قَمَنْ أَقَامَهَا أَقَامَ الدِّينَ**

وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَلَمَ الدِّينَ۔ اور اسی لیے یہ بات ہے کہ کافر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپرتوں شیئاً من الاعمال ترکہ کفر غیر الصلوٰۃ (ترمذی) یعنی صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کردینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے مگر خدا کے ترک کو۔ اسی طرح تمام قوموں اور ملکوں کا ارضی مرکز سعادت دادی جزا کا کعبۃ الشرقار پایا جائے۔ اللہ الکعبۃ التبیت الحرام قیامًا لِلنَّاسِ ۔ ”قیامًا لِلنَّاسِ“ پر عبور کرو۔ چونکہ یہ مرکز تھی اس لیے نام دائرے کا رخ بھی اسی طرف ہوا، خواہ دنیا کی کسی جہت میں مسلمان ہوں، لیکن ان کا منہ اسی طرف ہونا چاہیے ہے: وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوْا وَجْهَهُمْ

شَطَرَهُ (۱۳۵:۲)۔

پھر جس طرح شخصی اور اعتقادی و مجملی زندگی کے لیے مرکز قرار پائے، افسوس رہتا کہ جماعتی اولئے زندگی کے لیے بھی ایک مرکزی وجود قرار پاتا، لہذا وہ مرکزی وجود بھی قرار دیدیا گھیا۔ تمام لمحت کو اس مرکز کے گرد الجلوس دائرے کے تھیا۔ اس کی معنیت، اس کی رفاقت، اس کی اماعت، اس کی حرکت پر عرکت اسکے سکون پر سکون، اس کی طلب پر بیک، اس کی دعوت پر انفاق حابن و مال ہر مسلمان پر فرض بکر دیا گیا۔ ایسا فرض جب کے بغیر وہ حاملہت کی طلبست مسلمی زندگی کی روشنی میں نہیں آتھتا اسلام کی اصطلاح میں اسی قومی مرکز کا نام ”خليفة اور امام“ ہے اور جب تک پہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا ہے یعنی کتاب و سنت کے مطابق اس کا حکم ہے، ہر مسلمان پر اس کی اماعت اسی طرح فرض ہے جس طرح خود اللہ اور اس کے رسول کی:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطْبِعُوا اللَّهَ وَ مسلمانوں کا احتیاط کرو، اس کے رسول کی،
أَمْلِئُوا الرَّسُولَ وَ أُولَئِكَ الْأَمْوَالُ مِنْكُمْ تھیں جاؤ لو الامر ہوا اس کی۔ پھر اگر کسی معاملہ
فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَيَّ میں تم خلعت ہو جاؤ تو چاہیے کہ اسنا د اور اس کے
اللَّهُ وَ الرَّسُولُ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ رسول کی ہلات ہو تو اور اس کے فیصلہ پر متفق ہو جاؤ
بِاللَّهِ وَ الْبَوْهِمُ الْآخِرِ، ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ قَائِمِي۔ (۶۳:۴)۔

اس آیت میں بالترتیب تین اہل عتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی رسول کی مسلمانوں سے جو اول الامر ہوا اس کی۔ اللہ کی اطاعت کتاب اللہ کی اطاعت ہے۔ رسول کی اطاعت سے مقصودست تعلیٰ فعلی ہے۔ باقی رہی اطاعت اول الامر تو نہایت قوی و روشن وجود موجود ہیں کہ اول الامر سے مقصود مسلمانوں کا خلیفہ و امام ہے جو کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے والا نظام امت قائم رکھنے والا اور تمام اجتہادی امور میں صاحب حکم و سلطان ہے۔
(حوالہ مذکور ص ۱۹۲)

اسلام کا نظام عمل | احادیث صحیحہ سے اس کی مزید توضیح ہوتی ہے اس بارہ میں اس کثرت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں، اور جدید صحابہ سے لے کر عہدہ مدوبین کتب تک مختلف طبقات رواۃ و حفاظات میں استمد ان کی شہرت رہ چکی ہے کہ اسلام کے عقیدہ توحید و رسالت کے بعد شاہد ہی کوئی اور چیز اس درجہ قواتر دیتین تک پہنچی ہو گی۔

سب سے پہلے میں سند امام احمد و فیرہ کی ایک روایت نقل کروں گا جس میں بالترتیب سلام کا نظام عمل بیان کیا گیا ہے۔

لئے مولانا نے اس باب میں جس چیز کو بیان فرمایا ہے وہ ان کی ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ فطرة الشاد و سنت الیہ، ذاتی رائے صدر بدلتی ہے، مگر سنت اشرا و رده فطرت جس پر اشرا نظر مکانت اور نظام اسلامی کی بنیاد کوئی ہے ایک حکم چیز ہے جس میں تبدیل و تحول کی طرح تکمیل ہے۔ اللہ تبدیل ہے وَلَنْ تَخْجُلَ لِيَسْتَهِنَّ اللَّهُ تَعَالَى اس اہل قانون کی روح سے امت مسلم کے لیے موت کی طرف پہلا قدم ہے کہ ان میں لامر کریم پیدا ہو اور اس نظام شرعی کے تمام تارے بچھ جائیں۔ اور آخری قدم یہ ہے کہ وہ اسلامی نظام شرعی کے بجائے کسی اور نظام شرعی سے وابستہ ہو جائیں کسی اور اور مرکوز کے کرد گھومنے لگیں پہلے مرحد میں نہد ہستان کی امت مسلم اس وقت ہے، اور دوسرے مرحلے کی طرف اب اس کو بیانیا جا رہا ہے جس کے انجام سے وہ لوگ ناداقت نہیں ہو سکتے جو اس قانون فطرت سے واقع ہیں، فَإِنَّ تُوْفِكُونَ - ترجمان القرآن

قالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا اسْرَكْرَبْتُ
بِخَمْسِ اللَّهِ أَمْرَنِي بِهِنْ: الْجَمَاعَةَ
وَالْسَّمْعَ وَالطَّاعَةَ وَالْحَجَرَةَ وَالْجَهَادَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ - فَإِنَّهُ مِنْ خَرْجِ الْجَمَاعَةِ
شَيْءٌ فَقْدَ خَلَعَ رِبْقَةَ الْأَسْلَامِ مِنْ
عَنْقِهِ إِلَّا نَرْجِعُ، وَمَنْ دَعَابَنِي
جَاهِلِيَّةً فَهُوَ مِنْ جَهَنَّمَ - قَالَوا
يَا سَرْوْلَ اللَّهِ وَإِنْ صَامَ وَإِنْ صَلَّى
قَالَ دَإِنْ صَلَّى وَصَامَ وَنَعْمَ إِنْهَهَ
مَسْلَمَ (أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكَرُ مِنْ تَشْدِيدِ
الْحَارَثَ الْأَشْعَرِيَّ عَلَى شَرْطِ الصَّحْيَحَيْنِ

شرح حدیث حارث اثری | اس حدیث میں پانچ یا تیس تبلیغی گنتی ہیں۔

(۱) پہلی چیز ”جماعت“ ہے، یعنی تمام امت کو ایک خلیفہ و امام پر جمع ہو کر اور اپنے مرکز قوی سے جڑ کے رہنا چاہیے۔ الگ الگ نہیں رہنا چاہیے۔ آگے چل کر کثرت کے ساتھ دہ حدیث میں گی جن سے معلوم ہو گا کہ جماعت سے الگ ہو کر رہنے کو یا ایسی منتشر زندگی کو جو ایک بندھی سمجھی ہوئی جاتی تھیں نہ کھٹکی ہو اور کسی ہامیر کے تابع نہ ہو، اسلام نے غیر اسلامی اور اسلامی راہ قرار دیا ہے، انزادی زندگی کو وہ زندگی ہی نہیں مانتا۔ اسلامی زندگی ”جماعت“ ہے۔

”جماعت“ سے مقصود افراد کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں اتحاد، ائتلاف، امتزاج اور ظلم ہے۔ اتحاد سے مقصود یہ ہے کہ اپنے اعمال حیات میں مشترک ہوں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں اور ان کے تمام اعمال مل جل کر انجام پائیں۔ کسی گوشہ محل میں بھی پھوٹ اور بیگانگی نہ ہو۔

”ائلاف“ کا مرتبہ اتحاد سے بلند تر ہے۔ اتحاد صرف باہم مل جانا ہے۔ ضرور نہیں کہ کسی تنہ کے ساتھ ترکیب ہو۔ لیکن ائتلاف سے مقصود ایسا اتحاد ہے جو محض اتحاد می نہ ہو بلکہ ایک صحیح و مناسب ترکیب کے ساتھ اتحاد ہو۔ یعنی منتشر افراد اس طرح باہم ملے ہوں کہ جس فرد کو اس کی صلاحیت و قوت کے مطابق جو جگہ ملنی چاہیے وہی اس کی جگہ ہو.....

”امتزاج“ ترکیب کا تیسرا مرتبہ ہے۔ اس میں مکیت سے زیادہ کیفیت کا اتحاد ہونا چاہیے۔ یعنی مختلف افراد کو باہم اس طرح لا یا جائے کہ جس فرد کا اجتماعی مزاج جو قسم کے مزاج کے ساتھ مل کر متصدی کیفیت حاصل کر سکتا ہے ویسا ہی مزاج اس کے ساتھ ملایا جائے..... فرد جائے ایک متحده کیفیت حاصل کر سکتا ہے اور جب تک اپنے تعیہ مکر دوں سے نہ مل جائے، کافی خود کوئی کامل وجود نہیں رکھتا۔ محض ایک شنی ہے اور جب تک اپنے تعیہ مکر دوں سے نہ مل جائے، کافی وجود نہیں پاسخنا۔ لیکن یہ باہم ملتا ”امتزاج“ کے ساتھ ہونا چاہیے ماکہ ہر ٹھہرہ اپنے صحیح و مناسب ٹھہرے کے ساتھ مل کر اس طرح جو صباۓ کہ معلوم ہو یہ تجھیں اسی اگحرتی کے لیئے تھا۔

”ظلم“ سے مقصود جماعت کی وہ ترتیبی و تقویٰ کی حالت ہے جب اس کے تمام افراد اپنی چکیوں میں قائم، اپنے اپنے دائرہ میں محدود، اور اپنے اپنے فرائض و اعمال کے انجام دینے میں سرگرم ہوں۔

اجماع کے یہ خواص و اوصاف نہ تو حاصل ہو سکتے ہیں، قائم رہ سکتے ہیں، جب تک کوئی بالاتر فعال و مدبر ملاقت و چو دیں نہ آئے۔ اور وہ منتشر افراد کو ایک متحده، مختلف ممزوج اور منظم جماعت کی شکل میں قائم رکھے یہ ایک ”امام“ کا وجود ناگزیر ہوا، اور اسی لیے ضروری تھا۔

کہب سے پہلے تمام افراد ایک ایسے وجود کو اپنا امام و مطاع تسلیم کر لیں جو بھرے ہوئے اجزا کو
اتحا د و ائتلاف اور امتزاج و نظم کے ساتھ جوڑ دینے اور اٹتے ہوئے ذرول سے ایک جی و قائم جماعت
وجود پیدا کر دینے کی قابلیت رکھتا ہو۔ مسلمانوں کے کسی چھوٹے سے چھوٹے گردے کے لیے
بھی شرعاً جائز نہیں کہ بلا قیام امام کے زندگی بس کریں۔ حتیٰ کہ اگر صرف تین مسلمان بھی ہوں تو چاہیے
کہ ایک انہیں سے امام تسلیم کر لیا جائے۔ ۱۳) اکا نَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلَيُؤْمِنُوا أَحَدُهُمْ
(۲۴) دوسری چیز "الاسع" ہے، یعنی امام جو احکام دے، اس کو سننا اور اس سے تعلیم و ارشاد
حاصل کرنا۔ سمع کے لفظیں قبولیت احکام اور طلب تعلیم دونوں کی طرف توجہ دلانی ہے اور
امام کی معلمانہ حیثیت کو نامیاں کیا ہے۔

(۲۵) تیسرا چیز "طاعت" ہے یعنی امام کی کامل درجہ اطاعت و فرمانبرداری اور اپنی تھام
علیٰ قوتیں کو اس کے پر کر دینا اور اس کے ہر حکم کی بلا چون و چراغیں کرنا۔ البتہ اطاعت
معروف میں ہے کہ معصیت میں کہ انسان الطاعة في المعرفة۔

(۲۶) چوتھی بات "حرمت" ہے۔ ہجرت "ہجر" سے ہے جس کے معنی ترک کر دینے کے ہیں۔ الحجر
دال الحجر ان مفارقة الانسان غيره اما بالبدن او باللسان او با لقلب والمحاجر
صارمة الغير و متاركته (مفہودات امام را غب: ۵۵۸)۔ اسلام کی ہم طلاح میں جب کسی نی
فرد یا جماعت، سعادت و صداقت کے کسی مقصد اعلیٰ کے لیے اپنے دینی یا محبو بات و مالوفات
ترک کر دے، اشلاء و لذت کو، آرام و راحت کو، عزیز و اقرب کے قرب کو، وطن و مکان کو، تو اس کا
نام ہجرت الی الشرا و رذہاب الی الشد ہے۔ خدا کے ہر رسول اور اس کے پیروں کو قیام حق کی را
میں پہ منزل ملے کرنی پڑی اِنَّمَا حَرَّ الْمُسْلِمُونَ اَنَّمَا سَرَقُوا اَنَّمَا ذَا هِبَّ (الرَّقْبَةِ)
(۲۷) پانچوں چیز "جہاد" فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد "جهد" سے ہے جس کے معنی ہیں استفراغ

فِي مَدَافِعَةِ الْعُدُوِّ فَلَا هُرَّا وَبِاطِنًا لِمَفْرَادَاتِ أَيْضِيَّ دُشْنٍ أَوْ دُشْنِيَّ كَيْ تَأْمِمُ قُوَّوْنَ كَوْدُور
كَرْتَنَةَ اُورَسْپَنَےِ كَوْقَائِمَ وَبَاقِيَ رَكْنَےِ كَيْ لَيْسَ اِتْهَا دَرْجَتَيْ كَيْ كَوْشَشَ كَرْتَنَةَ۔ يَكْوْشَشَ زَبَانَ سَمْبَیَ بَقِيَّ
هَيْ، مَالَ سَمْبَیَ بَقِيَّ هَيْ، جَانَ سَمْبَیَ بَقِيَّ هَيْ۔ جَنْ قَسْمَ كَيْ كَوْشَشَ كَيْ مَفْرَدَتَ بَوْهِرْ قَسْمَ جَهَادَ
فِي بَسِيلِ الشَّرِّيَّ دَخْلَ هَيْ۔ وَجَاهَدَ وَالْمُشْرِكِينَ يَا مُؤْلَكَمَ وَالْفَسَكَمَ وَالْمُسْتَكَمَ (رَوَاهُ
ابُوداؤد وَاحْمَد وَنَسَائِيَّ وَابْنَ حِيَانَ عَنِ النَّبِيِّ)۔

يَكْهَنَاضَرَهُ دَرَبِيَّ نَهْيَسَ كَيْ بَهِيَ پَانِجَ چَنِيرِيَّ دَنِيَا يَسَ قَوْمُوْنَ اوْ يَلْكَوْنَ كَيْ بَعَارَ وَقِيَامَ كَيْ صَلَّى
بَنِيَادِهِسَ۔ دَنِيَا يَسَ كَوْنِيَّ قَوْمَ زَنْدَهِ نَهْيَسَ رَكْتَتِيَّ حَسَنَ كَيْ قَوْمِيَّ مَسْتِيَّ اِنْ پَانِجَ عَنْصَرَوْنَ سَمْ مَرْكَبَ هَنْوَ۔
سَمِيَّ وَعَمَلَ كَا كَوْنِيَّ گَوْشَهَ هَوْ، کَا مِيَابِيَّ بَغِيرَانَ اَصْوَالَ نَجَسَ كَيْ نَهْيَسَ مَلْكَتِيَّ تَبَمْ مُصْبَحِيَّ بَهْرَگَيْمُوْنَ كَيْ طَالِبَ
يَأْطَبَ شَمَالِيَّ كَيْ تَحْقِيقَ كَيْ، اَنْگَرَ كَوْنِيَّ چَنِيرِيَّ بَغِيرِيَّ وَجَمَاعَتَ، اَنْجَاعَتَ "هَجَرَتَ" اُوْرَجَهَادَ" كَيْ
حَاسِلَ نَهْيَسَ هَوْسَكَيَّ گَيِّ۔ دَنِيَا نَهْيَسَ آجَ حَمَکَ جَوْ كَچَمَ پَایَا هَيْ، عَزَّزَ كَرَوْسَگَيَّ تَوَدَهَ سَبَ اِنْبَيَّ پَانِجَ سَجَأَيْوَنَ كَيْ
شَرَاتَ وَتَائِجَ هَيْ..... دَنِيَا كَيَّ كَوْنِيَّ صَالِحَ جَمَاعَتَ اِيْسِيَّ نَهْيَسَ هَيْ، جَسَنَهَ اِنْ سَهَ الَّكَ
رَهَ كَرَسَا مِيَابِيَّ حَاسِلَ كَيَّ هَوْ۔ هَرَّ عَقْلَ نَهْيَسَ اِنْ كَا اَقْرَارَ كَيَّا هَيْ، هَرَّ دَلَلَ نَهْيَسَ اِنْ كَا اَعْقَادَ مَوْجَدَهَ هَيْ، اَهَرَ
عَالِمَ جَمَاعَتَ شَبَدَرَوْزَانَ پَرَّ عَمَلَ كَرَهِيَّ هَيْ۔ الْبَيْتَةَ نَامُوْنَ كَيْ اَخْتِلَافَتَ نَهْيَسَ سَارِيَّ اَجْمَعِنَ دَالِ دَيِّ
هَيْ۔ اِسْلَامَ نَهْيَسَ جَنَّنَ نَامُوْنَ سَهَ اِنْ كَوْ تَبَعِيرَ كَيَّا هَيْ۔ اِنْ سَهَ دَنِيَا كَوْ اَخْتِلَافَتَهَتَ، لَيْكَنَ اِسْلَامَ جَنْقَيْقَوْنَ
كَوْ پَیْشَزَرَتَهَتَ، اِنْ سَهَ دَنِيَا اَخْتِلَافَ نَهْيَسَ كَرَسَكَتِيَّ۔ اَنْگَرَ كَرَسَهَ تَوْزَنَگَيَّ اوْرَمَرَادَ سَهَ حَرَوْمَ هَوْ جَائِيَهَ
اسَ نَظَامَ مِيْہَلِیَّ چَنِيرَ جَمَاعَتَ هَيْ، جَسَ كَيْ غَتَّصَرَ تَشْرِیعَ اوْ پَرْگَذَرَ چَکَیَّ، غَوْرَ كَرَدَ اِنْ دَنِيَا کَا كَوْنَسَا حَمَمَ
اِيْسَا هَيْ، جَسَ کُوْبَلَا اِجْمَاعَ وَجَمَاعَتَ كَيْ اَنْجَامَ دِيَا جَاءَ سَكَتَا هَيْ۔ جَمَاعَتَ کَيْ زِيَادَهَ وَقِيمَتَ اُورَفَلَسْفِيَا تَهْقَرَ
چَحْوَرَدَوْ، صَمَادَتَ اُورَسِيدَهَ هَيْ سَادِهَ هَيْ مَعْنَیَ جَوْ هَوْ سَكَتَهَ هَيْ۔ صَرَفَ اِنْبَيَّ پَرَ غَوْرَ كَرَدَوْ۔ سَوْسَائِئِنَیَّ بَارِئَيُّ،
اَكْبَيَّ تَلَبَ، اَنْجَنَ، کَا نَفَرَنَ، پَالِيَنَتَ، تَلَكَهَ تَوْمَ، تَلَكَ، فَرَجَ، اِنْ سَبَ سَهَ مَقْصُودَهَ کَيَّا هَيْ؟ بَهِيَ کَهْ

”جماعت“ اور ”التزام جماعت“۔ حتیٰ قوموں تک کو دیکھتے ہو کہ جنگل کے درختوں کے نیچے اکٹھے ہو جاتے ہیں، اور مل جل کر اپنے معاملات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ بھر جماعت بے سود ہے اگر اس کا نظام نہ ہوا اور کوئی سردار اور ہنما نہ ہو۔ تم پاچھ آدمیوں کی بھی کوئی مجلس منعقد کرتے ہو، تو سب پہلے ایک پریسیدنٹ کا انتخاب کرتے ہو اوسکے بعد جب تک کسی کو صدر مجلس نہ ان لیں کے یہ پانچ آدمیوں کی مجلس بھی باقاعدہ کام نہ کر سکے گی۔ فوج ترتیب دیتے ہو تو دس آدمیوں کو بھی بغیر ایک افسر کے نہیں چھوڑتے۔ اس کی اطاعت متحتوں کے لیے فرض کیجھتے ہو اور یعنی کرتے ہو کہ بغیر اس کے فوج کا نظام فائم نہیں رہ سکتا۔ پانچ دس آدمی بھی بغیر امیر کے کام نہیں کر سکتے تو قویں کیونکہ اپنے فرائض بنا امیر کے انجام دے سکتی ہیں ۔۔۔۔۔

”ہجرت“ کا لفظ کس قدر تمہارے لیے نا آشنا اور ناماؤں ہے؟ تم سمجھتے ہو کہ یہ دنیا کے اس عہدہ جہل و دخالت کی پادگار ہے جب تک جبی خذبات کی بریخنگتی نے تمدنی احاسات کو مغلوب کر دیا تھا اور انسان دین پرستی کے بنوں میں اپنی عقلی و تمدنی زندگی تک کو قربان کر دیتا تھا لیکن تلاو، اب دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ علمی و تمدنی ترقیاں بھی تم کو جس راہ کی طرف پلاری ہیں وہ ہجرت کی حقیقت سے کب خالی ہیں اور خود علم و تمدن کا تمام ذخیرہ عروج بھی کس علیٰ حقیقت کا نتیجہ ہے؟ ہجرت سے مقصود یہ ہے کہ اعلیٰ مقاصد کی راہ میں لتر فوائد کو قربان کر دینا، اور حصول مقصد کی راہ میں جو چیزیں حائل ہوں، ان سب کو ترک کر دینا۔ خواہ آرام و راحت ہو، مال و دولت ہو، نفسانی خواہیں ہوں، حتیٰ کہ قوم ہو، ملک ہو، وطن ہو، اہل و عیال ہوں، سکون چھوڑ دینا۔ پھر تلاو، علم و عمل کا کون گوشہ ہے جس میں کامیابی بغیر اس خذپر کے مل سکتی ہے؟ اُن سے مطلوبات میں سے کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ایسی تبلائکتے ہو جو بلا ہجرت کے مقام سے گزرے اس نے پالی ہو؟ یہ دنیا کی علمی و تمدنی ترقیاں، ہجرت انگریز اکتشافات، انقلاب انگریز

ایجادت، دولت کی فرداں، تجارت کی عالمگیری، نئی نئی آبادیوں کا قیام، طرح طرح کے دس سیاست دفعات کا ظہور، پھر ملکوں کا عروج، قوموں کی بادستی، تمدن کی وسعت فی الحقیقت انسان کے کس عمل حق کے نتائج و ثمرات ہیں؟ اگر کچھ نظری چھوڑ دو تو معلوم کر دو گے کہ صرف عمل بھرت کے..... یہی عجیب بات ہے کہ اگر صرف قطب شما فی کی تحقیق کے لیے مہاجر کشف کے ڈیڑھ سو قافلے یکے بعد دیگرے نہیں اور یکسر قربان وہاک ہو جائیں تو تم کہو کہ تحقیق علم کا کمال اور حذب پر نوع پرستی کی انتہا ہے لیکن اگر اسی چیز کو اللہ کی شریعت ایک جامع ترلفظ "بھرت" سے تعبیر کرے تو تم اس کا انکار کر دو؟ تمہارے نزدیک یہ تو تمدن ہے کہ زریاء نہیں مخرج دریافت کرنے کے لیے سنکر دوں انسان اپنا گھر بارچھوڑ دیں اور ہلاک ہو جائیں لیکن یہ وحشت ہے کہ قیام حق اور اشاعت صداقت کی راہ میں اللہ کے بندے ترک وطن کریں؟ اگر نیوٹن اپنی راتوں کی نیندا اور بتیر کی راحت چھوڑ دے تاکہ "کشش قل" اساقانون دریافت کرے، تو تم اس کی پرستش کر دو اور کہو کہ یہ علم پرستی ہے لیکن اگر تم غرم و طلب کے لیے ہی پرستا ہو تو اس عازم صادق کے لیے کہتے ہو جو قانون کشش قل کے لیے نہیں، بلکہ قانون نجات عالم کے لیے اپنا گھر بارچھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حق پرستی ہے.....

jihad کے معنی یہیں کہ دفع احادیث اپنی جان دمال سے کمال درجسی و محنت کرنا۔ کیا دنیا میں کوئی قوم، کوئی ملک، کوئی جماعت، کوئی قبیلہ، کوئی خاندان، کوئی گھر، کوئی ان، بلکہ کوئی وجود اور زندگی بغیر "jihad" کے زندہ و قائم رہ سکتی ہے؟ کون ہے جو زندہ رہنا چاہتا ہے اور جہاد نہیں کرتا؟ جس چیز کو تم ہزاروں ناموں اور لفظوں میں بولتے ہو اور کا رزار ہتی ہیں تباہ و قیام کی اصلی بنیاد بخخت ہو، اسی کو اسلام نے ایک جامع لفظ "jihad" سے تعبیر کیا ہے اگر تم سے ڈاروں اور رسیل پلیس تباہ للبقار (Struggle for Existence) اور

انتخاب طبیعی Survival of the fittest اور بقا اصلح (Natural selection) کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کا زر زار حیات ہیں تباصرت اصلاح، اشل کے لیے ہے، تو تم پوری طرح کان دہرتے ہو، اور فطرت کے قتل کا افساد خوبیں تم کو پریشان خاطر نہیں کرتا لیکن اسی حقیقت کو قرآن و اسلام زیادہ مکمل شکل میں بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جو قانون الہی زمین کے کیڑوں مکھوڑوں تکب پر نافذ ہے، اس سے جمیعت بشری کیوں کریری ہو سکتی ہے؟ پس دنیا میں اسی قوم کو باقی دنیا چاہئے جو حق دہدایت کے اعتبار سے اصلاح ہو۔ غیر اصلاح عقائد و اعمال کو مست جانا چاہئے اور قانون الہی پر تبر بن کر مٹا دینا چاہئے۔ ہدایت یافتہ اقوام کا یہ حق ہے کہ فیر پردايت یافتہ قوموں پر غالب ہیں یا یہ ظهرہ علی الدین کہلہ۔ پھر اس بات پر تم کیوں مصطفیٰ ہوتے ہو؟ کیوں اس قدر قی قانون ہتھی کے ذکر میں تم قتل دعا تگری کی دشمنت کی نظر آتی ہے؟ یورپ کی قومیں تمام نہ کو اپنی نوآبادیوں سے بھر دیں اور کہیں کہ افریقی کے وحشیوں کی جگہ ہم متمن اقوام زیادہ خدا کی زمین کی حقدار ہیں، اس کو تو تم گوارا کرو، لیکن اگر اسلام کہئے کہ اِنَّ الْاَنْزَلَ اللَّهُ وَالرَّسُولُ خدا کی زمین حق پرستوں کے لیے ہے، کفر و ضلالت کے پرستاروں کے لیے نہیں ہے، تو تم اسکے وحشت اور خوفناکی کپو؟

جاہلیت کی زندگی اور اسلام کی زندگی ایساں ایک اور اہم اور قابل غور امریہ ہے کہ اس یہاں اور نیز دیگر احادیث میں ہمیشہ جماعت اور اطاعت خلیفہ کی زندگی کو اسلامی زندگی قرار دیا ہے، اور اس کے مکن کو جاہلیت "جاہلیت" کی زندگی میں ہلاکت کا ختم کیا تھا؟ قرآن نے واضح تر ہے کہ تفرقہ اور بیہم دگر علیحدگی، اور کسی مرکزی قوت کے متحت نہ ہونا۔ اسلام نے ظاہر ہو کر زندگی کی جو ختم رینڈی کی وجہ کیا تھی؟ باہمی اتحاد و ائتلاف تمام منتشرا فراہد کو ایک متحده جماعت بنانے کی فاصلہ کر دیا اور سب کے سر ایک ہی چوکھٹ پر جھکا دیے۔ وَ اذْكُرُوا نَعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اذْكُرُنَّمُ

أَعْذَارَ فَالْفَتَّ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَضْبَخْتُهُ بِسُعْمَتِهِ اِنْهَا نَأَى وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَاعَ حُفَرَةٍ
مِنَ النَّارِ فَانْقَذَ حُكْمَ مِنْهَا۔

پس جاہلیت کا دوسرا نام تفرقہ ہوا اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت۔
یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث میں یقینت واضح کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ شخص جماعت اور اعلیٰ عالم
سے الگ ہو گئی گویا وہ اسلام۔ خارج ہو گیا اسکی موت جماعت کی موت ہو گی اگرچہ نہ اپنے حکما ہو، اور روزہ رکھتا ہو اپنے کو
(حوالہ مذکور۔ ص ۲۹۰)

مسلمانوں کے لیے ایک ہی راہ عمل اسلاموں کے لیے راہ عمل ہمیشہ سے ایک ہی رہی ہے اور ہمیشہ کی طرح
اب بھی ایک ہی ہے، یعنی ہندوستان کے مسلمان اپنی جماعتی زندگی کی اس معصیت سے باز آجائیں
جس میں ایک عرصہ سے مبتلا ہیں اور جس کی وجہ سے فوز و فلاح کے تمام دروازے ان پر بند ہو گئے ہیں۔
”جماعتی زندگی کی معصیت“ سے مقصود یہ ہے کہ ان میں ایک ”جماعت“ بن کر رہنے کا شرعی
نظم مفقود ہو گیا ہے۔ وہ بالکل اس تنقیہ کی طرح ہیں جس کا انبوہ حنبل کی جھاتیوں میں منتشر ہو کر
گئم ہو گیا ہو۔ وہ بسا اوقات یکجا اکٹھے ہو کر اپنی جماعتی قوت کی نمائش کرنی چاہتے ہیں، اکٹھیاں بناتے
ہیں، کافر نیں منقد کرتے ہیں۔ لیکن یہ تمام اجتماعی نمائشیں مشریعیت میں جماعت کا حکم نہیں رکھتیں
بھیر اور انبوہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ”بھیر“ اور ”جماعت“ میں فرق ہے۔ پہلی چیز بازار و رہیں نظر آ جائی
ہے، جب کوئی تماشہ مورہا ہو۔ دوسری چیز جمعبکے دون مسجدوں میں، دیکھی جائیتی ہے جب مزاروں
انسانوں کی منتظم و مرتب صیفیں ایک مقصد، ایک جہت، ایک حالت، اور ایک ہی کے پیچے مجتمع
ہوتی ہیں۔ کوئی قوم اس نظم کو ترک کر دیتی ہے تو گواں کے افراد فرد افراد کتنے ہی شخصی عمال
و طاقتیں میں سرگرم ہوں، لیکن یہ سرگرمیاں اس بارے میں کچھ سودمند نہیں ہو سکتیں۔ اور قوم عتیقی

معصیت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

قرآن دنست نے تبلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی کسی قوم کو بیکاری کر دیتے اشخاص کی معصیت کا زبر آہستہ آہستہ کام کرتا ہے، لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم (عینی نظام جماعتی کا نہ ہونا) ایسا تخم ہاگھت ہے جو فوراً بر بادی کا پسل لاتا ہے اور پوری قوم کی قوم تباہ ہوئی ہے۔ شخصی اعمال کی اصلاح و درستگی عینی نظام اجتماعی کے قیام پر موقوف ہے مسلمانان مہد جماعتی زندگی کی معصیت میں مبتلا ہیں اور جب جماعتی معصیت سب پر چھاگئی ہے تو افراد کی اصلاح کیونکر ہو سکتی ہے.....

یہ وقت فصل کا ٹینے کا تھانہ کہ دانہ ڈالنے کا۔ لیکن مسلمانوں نے اپنی حجد و جہد کی تمام گذشتہ زندگی گم گشتنگی عبے حاصلی میں صائم کر دی، حتیٰ کہ قبح میں وہ وقت آگھا حبس کی تباہیوں کا خیل پیدا کر کے کبھی ڈرانے والے ڈرایا کرتے تھے فقد جَاءَ أَشْرَاهُهَا فَإِنَّ تَهْمُرَ إِذْجَاءَ تَهْمُرَ ذِكْرَاهُمْ (۱۲۱:۳۷)۔ اب بھی آگر کام ہے تو یہی کام اور غم ہونا چاہیے تو اسی کا پسے کام کرنے میں کتنی ہی دیر ہو جائے مگر جب کبھی کیا جائے سچائی ہے۔ اس کے لیے نہ تو کوئی وقت ناموانی ہے نہ کوئی جگہ مخالف۔ اس کے کرنے میں جس قدر دیر کیجاۓ گی، معصیت اور ہلاکی ہے لیکن جب کبھی کر دیا جائے سچائی اور نیکی ہے۔ اور اس کا ثمرہ زندگی اور کام رانی۔ تمہارا اصلی کام کوئی خاص مسئلہ اور کوئی خاص خرچی نہیں ہو سکتی۔ بھیشہ سے اور بھیشہ کے لیے صرف یہی ہے کہ مہد وستان کے مسلمانوں کو مسلمان بننا چاہیے اور قوم و فرد و دلوں اعتبار دلوں سے اسلامی زندگی اختیار کر لینی چاہیے۔ اس ایک کام کے انجام پا جانے پر سارے کام خود بخود انجام ہیا پجائیں گے۔ سوال حکومتوں کے خل جانے کا نہیں ایمان کی گم گشتنگی کا ہے

(حوالہ مذکور ص ۲۰۹)

مولانا نے، اسال پہلے مرض کی تجویز فرمائی تھی، آج ملین کا حال بعینہ وہی ہے، یک سریوفر نہیں۔ پھر دین فطرت یا قانون فطرت کے مطابق اس کا صحیح علاج جو اُس وقت تجویز کیا گیا تھا آج کوئی نئی صورت حال ایسی پیش نہیں آگئی ہے جس سے وہ علاج صحیح نہ رہا ہو یا کوئی علاج اس سے بیہتر نہیں آیا ہو۔ کرنے کا کام اس وقت بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے یعنی علاجی نہ ہگی کی مصیت میں مبتلا رہ کر مسلمان حیدر بھی قدم اشائیں گے ٹاکت ہی کی طرف جائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ جب اس صحیح راہ عمل کی طرف دعوت دی گئی تھی اس وقت کسی نے اسے قبول نہ کیا، اور یہ بھی درست ہے کہ آج بھی کوئی اس کی طرف توجہ کرتا نظر نہیں آتا، مگر مقام دعوت و عزیت (جس کی شرح و بیان کا حق مولانا نے اپنے "ذکرہ" میں ادا فرمایا ہے) یہ نہیں ہے کہ جب راہ حق کی طرف بلطف میں کامیابی نہ ہو تو راہ بالکل کی طرف دعوت دیتا شروع کر دیا جائے، اور جب قوم بہشت کے راستے پر آنا قبول نہ کرے تو ایک پوکر اس کو جہنم کی طرف دکھل دیا جائے، بلکہ اس مقام بلند کا اقتضاء بہشت سے یہی رہا ہے اور اب بھی یہی ہے کہ آخری سنت مکتب صحیح راست کی طرف دعوت دیتے رہو، انپی پوری تو اسی کی طرف قوم کو لانے میں صرف کر دو، تمام دنیا اگر مفرط ہو جائے، تب بھی اس راستے پر ہٹنے کا خیال مک نہ کرو، حتیٰ کہ اسی پر جان دیدو، اور اس میں ناکام و نامرا درجنے کو غلط راستوں کی مساعی غور دا لی کامیابیوں پر ترجیح دو۔ ترجمان القرآن۔)